ایمان

جو کہ نظریہ پاکستان کا پہلا ستون ہے اس کی نئی اور صحیح بنیاد رکھنے کی ضرورت ہے لفظ ایمان کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ مذہبی اختلافات اور تفرقہ بازی سے اس اہم اور قیمتی ستون کو جس قدر خستہ حال بنایا گیا ہے اسکے نتائج سب کے سامنے ہیں۔ ایمان ایک ستون کو جس قدر خستہ حال بنایا گیا ہے اس کے نتائج سب کے سامنے ہیں ایمان ایک ستون ہے کوئی درخت نہیں اس کو مضبوط اور مستحکم بنانا پڑتا ہے۔ یہ خود بخود بڑا نہیں ہوسکتا اگر ایک دفعہ یہ دل میں مضبوطی سے قائم ہو جائے تو پھر کوئی بھی طوفان اسے کمزور نہیں کر سکتا۔ خرابی ہماری اپنی ہے کہ ہم نے اپنے ایمان کی صحیح طرح پرورش نہیں کی جس کی وجہ سے ایمان کمزور رہ گیا۔ اچھے اور مثبت خیالات و عمل سے اس کی آبیاری کی جائے تو یہ مستحکم ہو جائے گا۔ نظریہ پاکستان کا پہلا ستون ایمان ناپختہ رہ جانے کی وجہ سے ہم اسکے دوسرے ستون اتحاد کو کھڑا ہی نہیں کر سکے اور ان دونوں کی عدم موجودگی ک میں تیسرا ستون تنظیم کیسے سامنے رہ سکتا ہے۔

میں جب بھی پاکستان جاتا ہوں تو کراچی کلفٹن کے قریب تین تلواروں والے چوک میں کافی دیر تک کھڑے ہو کر ان تین تلواروں کو دیکھتا اور ان پر لکھے ہوئے الفاظ ''ایمان اتحاد تنظیم'' کے سنہری الفاظ پر غور کرتا رہتا ہوں کہ ہم نے کراچی کے ایک چوک میں اس نام کو پتھروں پر تو لکھ دیا مگر پاکستان کے شہریوں کو ہم آج تک ان کا مطلب بھی نہیں سمجھا سکے۔ ان اعلیٰ نظریات اور پاکستان کے برے حالات کو دیکھ کر بے حد دکھ ہوتا ہے۔

میری خواہشات کا براہ راست اظہار یہ ہے کہ ہمیں پاکستان کو بالکل جاپانیوں کے انداز میں ایک خود کفیل ملک بنانے کی ضرورت ہے۔ جاپان سے کاروں مشینوں اور پرزوں کی امپورٹ کی بجائے جاپان کی اچھی پالیسیاں اور اچھے سیاسی طریق کار کو امپورٹ کیا جائے۔ اگر ایسا ہو تو مجھے یقین ہے کہ جاپانی حکومت بڑی خوشی سے تعمیر پاکستان میں مدد کرنے کے لئے تیار ہوگی۔ پاکستان کے لئے جاپان مالی مدد کے بہت سے امور میں اچھی طرح حصہ لے رہا ہے لیکن پاکستان کی بحیثیت ملک جاپان سے گہری دوستی نہیں ہے۔ ہم دوستی کو گہرا اور مضبوط بنا کر جاپان سے بہت فوائد حاصل کر سکتے ہیں۔ ذاتی طور پر میرا جاپان کی اہم سیاسی و انتظامی شخصیات سے گہرا رابطہ ہے اور میل ملاپ ہے۔ جاپانی زبان پر مکمل عبور اور ترجمانی کی مہارت حاصل ہونے کی وجہ سے دنیا کی بڑی بڑی سیاسی شخصیات بڑے بڑے تاجروں سرمایہ کاروں اور صنعت کاروں سے ملنے ان سے بات چیت کرنے اور ان کی بات چیت کا ترجمہ کرتے ہوئے ان کی سوچ کو سمجھنے اور

سننے کیمواقع حاصل ہوتے رہتے ہیں۔ یہ لوگ جاپان میں شاپنگ کرتے ہوئے بعض اوقات صرف اس وجہ سے کہ میں جاپانی نہیں ہوں پاکستانی ہوں بہت سی ایسی اندرونی باتیں بھی بتا جاتے ہیں کہ اس سے ان کے قومی کردار کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہوتا ہے۔اچھے اور سلجھے ہوئے لوگوں کے ساتھ ساتھ جاپان میں برے اور غلط قسم کے لوگوں سے بھی ملاقات ہوئی ہے۔ بہت سے پاکستانی اور بھارتی شہری سمگلنگ کرتے ہوئے یا خود سمگل ہو کر بھی پکڑے جاتے ہیں۔ ان کی ترجمانی بھی کئی دفعہ کرنی پڑتی ہے۔اس طرح جاپان کی سیاسی سماجی اور ثقافتی روایات کے ساتھ ساتھ جاپانی قانون اور اس کے عملی نفاذ کے متعلق بھی مجھے کافی معلومات حاصل ہیں۔ سیاستدان،صنعت کار، تاجروں کے ساتھ ساتھ وکیل مجسٹریٹ اور پبلک پراسیکوٹر بھی دوست بنے اور جاپان کی قانونی وسماجی روایات کے بارے میں بھی بہت علم حاصل ہوا۔ ہماری کوشش یہ ہونی چاہئے کہ جہاں کہیں سے اچھی چیز نظر آئے ہم اسے اپنا لیں کیونکہ عربی زبان کا قول ہے کہ ہر اچھی اور عقل کی بات مومن کی میراث ہے۔اس لئے اچھی باتوں کو ہم حاصل کرلیں اور بری باتوں سے بچ جائیں۔ جمہوریت اور نظام حکومت کے لئے یہی اصول سامنے رکھا جائے۔ ایک آسان سی مثال دینا چاہتا ہوں کہ گرمیوں میں جب بجلی بند ہو جائے ''پاکستان میں تو اکثر آتی جاتی رہتی ہے۔'' تو ٹھنڈی اور تازہ ہوا کو حاصل کرنے کے لئے کھڑکی کھول لی جاتی ہے اور جب آپ کھڑکی کھولتے ہیں تو خوشگوار ہوا کے ساتھ ساتھ ناخوشگوار مکھی مچھر اور گرد وغبار بھی اندر داخل ہو جاتے ہیں۔ جمہوریت کی مثال بھی اسی طرح ہے کہ کھلی آزادی دینے سے ناخوشگوار مکھی مچھر اور گرد وغبار کی طرح کئی برائیاں بھی اندر داخل ہو جاتی ہیں۔ ہمارے پاکستان کے ساتھ یہی معاملہ پیش آیا ہے کہ جمہوریت کی کھڑکی کھلتے ہی مچھروں مکھیوں کے ساتھ ساتھ گرد وغبار کی یلغار بھی بری طرح پیدا ہوئی ہے۔ جو سب کے لئے تکلیف دہ ہے۔میری والدہ محترمہ اکثر کہا کرتی ہیں کہ اچھے لوگوں کے لئے دعا مت کیا کرو وہ تو اللہ کے فضل سے اچھے ہیں ہی۔ دعا برے لوگوں کے لئے کرنی چاہئے تاکہ وہ اچھے ہو جائیں۔ والدہ تو یہ بات اپنے انداز میں کرتی ہیں مگر میں نے بائیبل میں پڑھا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ سلام نے کہا ہے کہ انہیں گنہگاروں اور روحانی طور پر بیماروں کے لئے بھیجا گیا ہے تاکہ گنہگار نیکوکار ہو جائیں اور بیمار صحت مند ہو جائیں۔ حضرت عیسٰی نے کسی سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ گڈریئے کو اپنے ریوڑ کی ہر بھیڑ کا خیال ہوتا ہے۔مگر وہ کندھے پر صرف اس بھیڑ کو ڈالتا ہے جو بیمار ہوتی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ گنہگار اور بیمار مجھے زیادہ عزیز ہیں ان پر میں زیادہ وقت دیتا ہوں۔ ابھی ہم سب کو ضرورت اس بات کی ہے کہ برے لوگوں کا احتساب کیا جائے۔ انہیں نفسیاتی اور روحانی

طور پر معالجہ کی سہولت فراہم کی جائے۔ برائی کے مچھر مکھی کا مکمل صفایا کرنے کے لئے ڈی ڈی ٹی کا سپرے کیا جائے تا کہ حالات بہتر ہوسکیں۔

نیا پاکستان بناتے وقت اس چیز کو ذہن میں رکھا جائے کہ جمہوریت کی آزادی کی کھڑکی تو کھلی رہے لیکن اس کے سرے پر احتساب کی باریک اور مضبوط جالی اس طرح لگائی جائے کہ بدعنوانی کرپشن رشوت ستانی اور سماجی برائیوں کے مکھی مچھر اندر داخل نہ ہوسکیں۔ تب ہی پاکستان کے عوام جمہوریت کی ٹھنڈی ہوا اور پرسکون زندگی کے مزے لے سکیں گے۔ ہمیں ایسا ہی جمہوری اور پرامن پاکستان بنانے کی ضرورت ہے جاپان میں جمہوری اور سماجی امن کی سب سے بڑی وجہ ہی یہ ہے کہ اس نے اپنی جمہوریت کے دروازے پر بہت باریک اور بہت ہی مضبوط جالی لگا رکھی ہے۔ جس میں سے مکھی مچھر تو کیا گردوغبار بھی اندر نہیں آ سکتا یہی وجہ ہے کہ جاپان کا ویزہ بڑی مشکل سے ملتا ہے مکھی مچھر کی طرح جاپان میں داخل ہونا مشکل ہے۔ ہمیں بھی یہ جاپانی جالی والی کھڑکیاں اور دروازے پاکستان میں امپورٹ کرنے کی ضرورت ہے میں یہ سب کچھ اپنے پاکستانی بھائیوں کو بلا معاوضہ بھیجنے کے لئے تیار ہوں جاپانی پالیسیاں اور احتساب کا بہت موثر نظام اس سے یہ ہوگا کہ جمہوری حکومت کے ساتھ ساتھ احتساب کا نظام بھی جاری رہے جہاں کسی حکمران یا بااثر شخصیت نے بدعنوانی کی وہیں یہ نظام ان کی ٹانگ میں شکنجہ لگا کر قانون کے سامنے پیش کردے گا۔ اس سے نہ صرف پاکستان مستحکم ہوگا بلکہ میں اپنے مکمل یقین سے کہہ سکتا ہوں جاپان میں جو سسٹم کام کر رہا ہے یہ ان کے باپ دادا نے ایجاد نہیں کیا۔ بلکہ نظریہ پاکستان ہمارے بابائے قوم نے ہمیں دیا تھا اسکا پہلا اصول ایمان کسی بھی ملک و قوم کو جو اس پر عمل کرے ترقی و خوشحالی کی راہ پر گامزن کرسکتا ہے۔

میں کم از کم پندرہ سولہ برس سے جاپان میں رہ رہا ہوں جاپانی زبان پر عبور کی وجہ سے جاپانی قوم کے مزاج رسوم ورواج اور سماجی وثقافتی اصولوں کو جانتے ہوئے یہ عرض کرتا ہوں کہ جتنے ایماندار اور دیانت دار لوگ میں نے جاپان میں دیکھے ہیں اتنے کبھی کسی اور قوم میں نہیں دیکھے۔ امریکی برطانوی یا فرانسیسی کسی قوم کا اس میں جاپانیوں سے کوئی مقابلہ نہیں ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ دوسری اقوام میں دیانت نہیں ابھی یا جاپانی سو فیصد اچھے ہیں یہ نہیں ہے بلکہ میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جاپانیوں میں دیانت اور ایمانداری کا تناسب دوسری اقوام کی نسبت بہت زیادہ ہے۔ اس لئے پوری دنیا میں جاپانی مصنوعات پر مکمل بھروسہ کیا جاسکتا ہے۔ بلکہ اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہوتی۔ کسی قوم کی اصل

اس کے اعمال سے ہے اگر یہ ٹھیک ہیں تو پھر لازماً دل اور سوچ بھی ٹھیک ہوگی۔نظریہ بھی ٹھیک ہوگا۔

جاپانیوں کی وقت کی پابندی انکا نظریہ اول ہے جاپان میں بسیں ریلوے ٹرین اور ہوائی جہاز ہمیشہ ایک شیڈول کے مطابق طے شدہ وقت پر چلتے ہیں۔ان میں سے کسی کا وقت کم وپیش ہو جائے یہ انتہائی ناممکن ہے۔دوسرا اہم نظریہ صفائی ہے۔ٹوکیو میں نہیں پورے جاپان میں ہزاروں سر بہ فلک عمارات پلازے آپ کو نظر آئیں گے۔کوئی گند نہیں۔کوئی آنکھوں کو بدنما لگنے والی عمارت نہیں سڑکیں عمارتیں اندر سے باہر سے ہر طرح صاف ستھری لش لش چمکارے مارتی نظر آتی ہیں شہر کے ہر کونے بلکہ پورے ملک میں صفائی ستھرائی کا یہ عالم دیکھ کر ان کی معاشرتی صفائی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے اور ترقی کا سب سے بڑا راز یہ کہ سیاست اور مذہب پر بات کرنے پر سرکاری محکموں اور دفاتر میں شدید قسم کی پابندی ہے۔جاپان میں سیاست کی جمہوری آزادی موجود ہے مذہب بھی ہر ایک کا ذاتی فعل ہے اس کی بھی آزادی ہے مگر سرکاری محکموں دفاتر سکولوں کالجوں اور یونیورسٹیوں میں سیاست یا مذہب یہ بحث ومباحثہ پر سخت پابندی ہے یہاں کسی قسم کی فرقہ واریت نہیں ہے۔

قارئین کے لئے یہ بات بہت دلچسپی کا باعث ہوگی کہ یہاں جاپان میں مجھے بدھ مذہب کے بہت سے فرقوں کے افراد سے ملنے کا اتفاق ہوا ان سے باتیں بھی ہوئیں مگر وہ کبھی کسی دوسرے کو برا نہیں کہتے اور نہ ہی کسی کے خلاف پراپیگنڈا کرتے ہیں مجھ سے وہ بدھ مذہب کے بارے میں بات کرنے کی بجائے جب بھی انہیں موقع ملتا ہے بدھسٹوں کے اجتماعات میں مجھے بطور گیسٹ سپیکر بلاتے ہیں ان کی روشن دماغی سمجھئے کہ وہ مجھ سے اسلام کے بارے میں سوالات پوچھتے ہیں اور میں باقاعدہ تیاری کر کے اور مذہبی کتب ساتھ لے کر جاتا ہوں اور اسلام کے بارے میں ان کے سوالات کے بہتر سے بہتر جوابات دینے کی کوشش کرتا ہوں اس طرح کئی بدھسٹ مونکوں سے بھی میری دوستی ہے۔

یہ سب باتیں عرض کرنے مطلب یہ ہے کہ نہ ہم کمزور ہیں اور نہ اسلام کمزور ہے اس لئے ہمیں آزادانہ طور پر اپنے دین کی اچھائیوں پر فخر کرنا چاہئے اور اس کی تعلیمات عام کی جائیں۔مثلاً ہم سمجھتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں خدا اور اللہ کا رسولؐ پر ہماری اجارہ داری ہوگئی ہے۔حالانکہ رب العالمین ہے اور حضرت محمدؐ رحمتہ العالمین ہیں۔اس میں سے مسلمان کہاں گئے۔؟ یہ میں نے اس لئے عرض کیا ہے کہ جب کسی قوم کا یقین ایمان اور بھروسہ ذات باری تعالٰی پر مستحکم اور مضبوط ہو جائے تو پھر یقیناً اللہ کو بھی اس کی قوم کا ساتھ دینا پڑتا ہے جیسا کہ ہر امریکی نوٹ ڈالر اور سکہ پر دیکھیں لکھا ہوا ہے In

شاید اس وجہ سے گزشتہ ایک سو برس میں امریکہ، نے the NAME OF GOD WE TRUST جس تیزی سے ترقی کی ہے وہ ساری دنیا کی آنکھوں کے سامنے ہے۔ اخلاق کردار اور مذہبی حیثیت ایک علیحدہ چیز ہے۔ صدر کلنٹن کے مونیکا لیونسکی سکینڈل کی وجہ سے امریکیوں کو یہ احساس ہوگیا ہے کہ ان کی پوری قوم کا کردار ایک جیسا ہی ہے۔

پاکستان لال پیلی نہیں سبز بتی کا ملک ہے

پاکستان اور اہل پاکستان کے دل کا رنگ سبز ہے۔ رنگ باتیں کرے اور باتوں سے خوشبو آئے۔ گرین رنگ سے باتیں کریں۔ کر کے دیکھیں تو پتہ چلے گا کہ اس کی باتوں سے کیا خوشبو آتی ہے۔ زندگی، خوشحالی، پولیشن سے پاک سرسبز ماحول اور پاکیزہ خیالات اور گرین سگنل یعنی چوک کے اشارے کی بتی دیکھیں تو بات آسانی سے سمجھ میں آئے گی۔ گرین سگنل کا مطلب ہے کہ بغیر کسی خوف وخطرے کے امن وسلامتی سے گزر جاؤ......اسی گرین رنگ کی نسبت سے اور گرین سگنل کے حوالے سے پاکستان کو ایسا ہی پرامن بے خطر اور یہاں کے عوام کے لئے امن وسلامتی کی زندگی والا ملک ہونا چاہیئے۔ یہاں لوگ دل لگا کر محنت کریں اپنے فرائض سرانجام دیں اور پھر پرسکون زندگی بسر کریں۔ لیکن آج کل یہاں کیا ہوگیا ہے۔ آج کل کے حالات اور پاکستانی عوام کے دلوں کو دیکھا جائے تو یہاں کے لوگ سبز رنگ سے بے زار اور لال پیلے رنگوں کے شوق میں پڑے ہوئے ہیں کیونکہ قدرت کے سبز رنگ کو پاکستان میں بہت سے لوگوں نے بدنام کر دیا ہے یہ بدنما اور غیر مقبول بنا دیا ہے۔ ملک بھر میں جہاں دیکھو لوگ لال پیلے ہوکر دنگا فساد اور فرقہ واریت کی بدبو کو پھیلا رہے ہیں کہیں صوبائی تعصّبات کا رنگ ہے اور کہیں لسانی اختلافات کا۔ انہیں اب کون سمجھائے کہ پیلی اور لال بتی کے دوران سڑک سے گزرو گے تو ضرور کسی نہ کسی سے ٹکراؤ ہوگا۔ سڑک پرخون بہے گا اور یہ ٹکراؤ جہاں بھی ہوگا خوشگوار نہیں ہوگا۔ خوفناک اور افسوسناک ہوگا۔ مگر کوئی نہیں سوچتا کہ یہ ٹکراؤ سبز رنگ کی بتی کو نظر انداز کرنے کا ہے۔ گرین بتی کے بعد پیلی بتی جلتی ہے کہ ہوشیار، تیار، خبردار اور پھر لال بتی کہ اپنی جان پر کھیلنے سے باز رہو اور پھر گرین سگنل کا مطلب ہے کہ قائداعظم کا تیسرا قول یعنی تنظیم، نظم وضبط، کنٹرول ایک ترتیب اور ایک قاعدے قانون کے مطابق چلو جہاں جس کے لئے سبز بتی جل رہی ہے وہ امن سلامتی کے ساتھ اسے کراس کرے اور اپنی منزل کی طرف راونہ ہوجائے۔ مگر جہاں پیلی بتی اور سبز بتی جل رہی ہو تو اس کا مطلب ہے کہ اس رنگ کے دوران حرکت کرنے کا آپ کا حق ساقط ہو چکا ہے اور ہم غور وفکر

سے دیکھیں تو گزشتہ چون برس سے پاکستان کی لال، پیلی، ہری بتیاں تو مسلسل بجھی ہوتی ہیں کبھی بلیک آوٹ کبھی لوڈ شیڈنگ کبھی بریک ڈاؤن اور کہیں تو ہر وقت فیوز ہی اڑا رہتا ہے۔ایسے میں پاکستان کی ٹریفک کا حل کیسے سدھرے گا۔اگر ہم بتیوں کے نظام کو بھی نہیں چلا سکتے تو پھر ہم ملک کو سکیسے چلا پائیں گے۔ ہمارے پیارے دیس میں لال پیلی اور گرین بتیوں کا توازن کب کا ٹوٹ چکا ہے۔سڑک پر بتیاں تو کسی وقت بھی ٹھیک ہو سکتی ہیں مگر اس کا اصل بیلنس توازن تو ہمارے ذہنوں میں ہے پہلے اس کو ٹھیک کرنا ضروری ہے۔ذہن کی بتیاں چلانے کے لئے بہت سے محبّ وطن، معماران وطن طویل عرصہ سے کوشش کر رہے ہیں۔ بہت سے محبّ وطن پاکستانی دانشور عوام کو اور خواص کو اس طرف متوجہ کر رہے ہیں۔ان میں سے ایک کمزور اور وطن سے دور بیٹھا، میں بھی ہوں، کہ دل و دماغ کا جنریٹر چلے اور ہمارے ہم وطنوں کا ذہنی کرنٹ بحال ہو اور انہیں احساس ہو کہ سڑکوں کی بتیاں تو اتنی اہمیت نہیں رکھتیں۔اگر دل و دماغ کی بتیاں بجھ جائیں۔لال پیلی اور سبز بتی کا احساس کم ہو جائے تو پھر بہت ہی خوفناک حادثات ہوتے ہیں جیسا کہ 16 دسمبر 1971ء کو پیدا ہوا تھا۔ سقوط ڈھاکہ......ہم نے آدھا وطن کھو دیا تھا۔

شاعر نے کیا خوبصورت بات کہی ہے۔

طوفان چلے یا آندھی آئے، دیا جلائے رکھنا ہے

گھر کی خاطر سو دکھ جھیلے، گھر تو آخر اپنا ہے

یہ پاکستان اپنا گھر ہے، ہر قیمت پر ہر قربانی دے کر ہم نے اس میں دیا جلائے رکھنا ہے اور پاکستان میں اپنے رہنے والے جن لوگوں کو اس کا احساس نہیں ہے وہ کبھی وطن سے باہر آ کر دیکھیں۔ یہ پاکستان جسے ہم جیسے ہی کچھ پاکستانیوں نے لوٹ مار کر کے ایسا غریب کر دیا ہے کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ پاکستان کے دیئے کا تیل ہی ختم ہو گیا ہے۔ہم نے پاکستان کا دیا روشن رکھنے کے لئے ہر قربانی دینی ہے اور دیتے رہیں گے۔

اس وقت پاکستان میں فوجی انتظامیہ ہے۔سرخ بتی کو بجھا کر پیلی بتی روشن کی گئی ہے جو کہ ہم سب کے لئے ایک انتباہ ہے کہ ہم احتیاط کریں۔اپنی صفوں میں چھپے ہوئے وطن دشمن نادانوں اور لوٹ کھسوٹ کرنے والوں سے ہوشیار رہیں ہم مایوس نہیں ہیں۔اب جلد ہی سبز بتی جلنے والی ہے۔جس سے سب لوگوں کے راستے آسان ہو جائیں گئے۔اور اس ماحول میں جس پاکستانی بھائی کی اپنی بتی جل رہی ہو۔وہ اپنے ساتھی پاکستانیوں کو بھی کرنٹ فراہم کرے تاکہ ان کی بتی بھی

روشن ہو اور وہ اپنے اور اپنے وطن کے مفادات کو سمجھنے کے قابل ہو سکیں اور میری مانیں تو سب لوگ نماز کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اے اللہ ہمیں روشنی عطا کر ہمارے اندر کی بتیاں جلا دے تا کہ ہمارے اندر کے دیئے روشن ہو جائیں اور ہم ملک وقوم کے مستقبل کو روشن کر سکیں۔مگر اس روشنی اور کرنٹ کے لئے ہمیں اللہ کے سامنے جھکنا پڑے گا۔میں کہتا ہوں کہ یہ آسان ہے۔اللہ میاں کے سامنے عاجزی اور انکساری کے اظہار سے ہمیں فری کنکشن مل جاتا ہے جبکہ واپڈا والوں سے کنکشن لینے کے لئے کتنی درخواستیں کتنی رشوت اور کتنی منت سماجت کرنی پڑتی ہے۔

پاکستان مملکت خداداد ہے یہ اللہ تعالیٰ کا خصوصی طور پر عنایت کیا ہوا ملک ہے۔قائداعظمؒ کو اللہ تعالیٰ نے ہی صلاحیت عطا کی تھی کہ وہ اس ملک کو دنیا کے نقشہ پر ابھارنے میں کامیاب ہوئے۔اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک بہت بڑا ملک عطا کیا تھا۔جس میں دنیا کی ہر نعمت اور دنیا کا ہر موسم موجود ہے۔یہاں کی سرزمین میں اللہ کی ہر نعمت پیدا ہوتی تھی۔مگر ہم اللہ کا راستہ چھوڑ گئے اور یہاں اللہ کی نعمتوں کی بجائے ہم نے شیطان کی نعمتوں کی کاشت شروع کر دی۔کوئی بتائے کہ بے ایمانی، بددیانتی، رشوت خوری اور قومی وسائل کی لوٹ مار کیا یہ اللہ کے دیئے ہوئے ملک کی فصلیں ہیں؟۔

دھوکہ بازی، منشیات فروشی، ملک دشمنی، سمگلنگ، فراڈ، چوری چکاری اور راہزنی مسلمانوں کا پیشہ ہیں؟ ہم سب پاکستانی کسی نہ کسی طور اس بداعمالی میں شریک ہیں۔ہمیں ان کاموں کی بہت سزا مل چکی۔ہم اسلام اسلام کرتے ہیں مگر اسلام کی برکات ہم سے بھاگ گئی ہیں۔ہم ہر سال لاکھوں کی تعداد میں حج بیت اللہ کرتے ہیں مگر ہم میں حاجیوں کی ایک بھی صفت موجود نہیں۔مگر ہم مایوس نہیں ہیں کہ پاکستان کے چودہ کروڑ عوام میں آج بھی بے شمار افراد اللہ تعالیٰ اور رسول خداﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں مینارہ نور کی حیثیت رکھتے ہیں۔جو لوگ غلط ہیں ہم سب کو مل کر ان کی اصلاح کرنا چاہئے۔اصلاح کرنے کے لئے اب کوئی اوپر سے نہیں آئے گا۔اللہ کی کتاب اور اللہ کے رسولﷺ کی تعلیمات ہمارے سامنے ہیں اور بانی پاکستان قائداعظمؒ محمد علی جناح کے فرمودات ہمارے پاس ہیں۔ان کی روشنی میں ہم نے خود اپنی اصلاح کرنا ہے۔

جنرل پرویز مشرف چیف ایگزیکٹو پاکستان کی قیادت میں اصلاح کا یہ عمل جاری ہو چکا ہے۔ہماری اور ہر محبّ وطن پاکستانی کی خواہش ہے کہ یہ عمل زیادہ تیزی اور سختی سے چلے۔یہاں کسی بدعنوان کو معاف نہ کیا جائے۔اب تو پاکستا کی سپریم کورٹ نے چیف ایگزیکٹو کو یہ سب اختیارات دے دیئے ہیں کہ وہ ملک میں زبردست اصلاحات کریں اور استعمال

کرنے کے لئے جنرل پرویز مشرف اوران کے نیک نیت ساتھیوں کی راہنمائی کرے اورانہیں راہ راست پر چلتے رہنے اور اس مملکت خداداد کے حالات ٹھیک کرنے کی توفیق عطا کرے۔آمین!ہم سابقہ صفحات میں اٹارنی جنرل پاکستان مسٹرعزیز اے منشی کا وہ تفصیلی بیان درج کر چکے ہیں جس میں انہوں نے پاکستانی سیاستدانوں،میاں نواز شریف سابق وزیراعظم اور پیپلز پارٹی کی سربراہ بےنظیر بھٹو کے اوران کے ساتھیوں کے بارے میں مختصر تفصیلات بتائیں اور بتایا کہ سابقہ پارلیمنٹ کے ارکان اور دونوں وزراءاعظم کے ساتھیوں نے کتنے قرضے لئے اور کس طرح اس ملک کے غریب عوام کی دولت کو لوٹ کر بیرون ملک لے گئے اور بیرونی بینکوں میں جمع کرادیا۔ برطرف کئے جانے والے وزیراعظم میاں نواز شریف کے وکلاء اور ان کے قریبی ساتھیوں نے سپریم کورٹ میں وزیراعظم اور ان کی کابینہ کی برطرفی طیارہ سازش کیس،آئین اور پارلیمنٹ کی معطّلی کے بارے میں درخواستیں دائر کی تھیں۔سپریم کورٹ نے ان کی طویل سماعت کی اوراس کے بعد مندرجہ ذیل فیصلہ متفقہ طور پر صادر کیا اس کیس کی سماعت فل کورٹ بنچ نے کی تھی جس میں سپریم کورٹ کے بارہ معزز جج صاحبان شامل تھے۔

(روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور 14 مئی 2000ء)

سپریم کورٹ کے فیصلے کا متن

ہر مندرجہ بالا پٹیشنز کو جو 12 اکتوبر 1999ء کو فوج کے اقتدار سنبھالنے کے خلاف آئین کی دفعہ 184(3) 14 اکتوبر 1999ء کے ہنگامی حالت کے اعلان 1999ء کے عبوری آئینی حکم نمبر 1 اور 2000ء کے عہدے کا حلف (ججز) آرڈر نمبر 1 کے خلاف دائر کی گئی پیٹشنز کو درج ذیل صورتوں میں نبٹانا چاہتے ہیں جن کی تفصیلی وجوہ بعد میں دی جائیں گی۔

عدلیہ کی آزادی

سسٹم میں استحکام،حکومت کی کامیابی حسن انتظام اقتصادی استحکام،عوام کی خوشحالی وسکون،امن اور قیام امن اور نظم وضبط کا بڑی حد تک انحطاط اعلیٰ عدالتوں کی طرف سے آئین اور قوانین کی تشریح پر منحصر ہے۔اس لئے یہ بات انتہائی اہمیت کی حامل ہے کہ عدلیہ آزاد ہو اوراس کی کارگزاری اور کام پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہ ہو اس کا دعوی ہے اوراس کا ہمیشہ یہ دعویٰ رہا ہے کہ آئین اور قوانین کی تشریح اوراس بات کا فیصلہ کرنا کہ آئین یا قانون کی کسی خاص دفعہ کا مطلب کیا ہے اور کیا نہیں

ہے،اس کا حق ہے۔خواہ اس مخصوص دفعہ کے تحت کسی معاملے کو اس عدالت کے دائرہ اختیار سے خارج کرنے کی کوشش ہی کیوں نہ کی گئی ہو۔آئین کی طرف سے دیئے گئے مینڈیٹ کے تحت عدالتیں آئین اور قانون کی طرف سے متعین کئے گئے دائرہ اختیار استعمال کرتی ہیں،اس لئے جب تک اعلیٰ عدالتیں موجود ہیں وہ اپنے دائرہ اختیار کے اندر اپنے اختیارات اور کام کو جاری رکھیں گی وہ کسی بھی قانون یا قانونی دفعہ کے سلسلے میں جو اس بات کو یقینی بنانے کیلئے کہ تمام افراد قانون کی حکمرانی کے تحت بحفاظت زندگی بسر کرسکیں۔عدالتی کام کی مناسب حدود کے اندر اس کے فروغ،انسانی اور بنیادی حقوق کے حصول اور ان کے تحفظ اور افراد کے درمیان اور افراد ریاست کے درمیان غیر جانبدارانہ انصاف کی فراہمی کے سلسلے میں جو عدلیہ کی آزادی کو برقرار رکھنے عدالتی نظام پر عوام کے اعتماد کی حوصلہ افزائی کیلئے ناگزیر بھی ہے نظر ثانی کے عدالتی اختیار کو استعمال کرتی رہیں گی۔

1999ء کے پی سی او نمبر 1 کے تحت حلف برداری

2000ء کے عہدے کا حلف (ججز) آرڈر نمبر 1 کے تحت نیا حلف کسی بھی طرح اس عدالت کے ججوں کو مندرجہ بالا پٹیشنز میں اٹھائے گئے سوالات کا جائزہ لینے میں مانع نہیں ہے۔جن کا فیصلہ انہیں اپنے ضمیر اور قانون کے مطابق کرنا ہے۔تاکہ مارشل لاء کے نفاذ کا راستہ روک کر جس کا آئین میں کوئی مداوا موجود نہیں بحران حل کیا جاسکے اور تباہی سے بچا جاسکے۔

ججوں نے عہدے کا نیا حلف 1999ء کے پی سی او نمبر 2000ء کے عہدے کا حلف (ججز) آرڈر نمبر 1 پڑھ کر اٹھایا تھا جس کا مقصد اس مسلم اصول کا اعادہ کرنا تھا کہ اعلیٰ عدالتوں کے ججوں کا پہلا اور اولین فرض ریاست کے عدالتی نظم کو بچانا ہے۔بالکل یہی کام کیا گیا۔1999ء کے پی سی او نمبر 1 کے تحت اگرچہ مجموعی طور پر آئین کو عبوری مدت کیلئے معطل کردیا گیا ہے تاہم اس کا اثر کلی طور پر ختم نہیں ہوا' مسلح افواج نے ماروائے آئین اقدام کے ذریعے جو کچھ کیا اس میں بعض ایسے حقوق کی خلاف ورزی ملوث ہے جنہیں آئین کا تحفظ حاصل ہے۔جواب بھی میدان میں موجود ہے تاہم اس کی بعض دفعات کو معرض التوا میں ڈال دیا گیا ہے۔اعلیٰ عدلیہ پر یہ فرض عائد ہوگیا ہے کہ وہ ان حقوق کی کچھ تلافی کرے جن کی 1999ء کے پی سی او کے پیش نظر خلاف ورزی ہوئی۔یہ کام حلف اٹھانے سے ہی ممکن تھا حلف سے انکار کرکے ایسا نہیں کیا جاسکتا تھا اس لئے عدالتوں کی بندش میں فریق بننے کی بجائے جس سے کوئی مسئلہ حل نہ ہوتا بلکہ پرامن زندگی انتشار لاقانونیت اور گڑبڑ کا شکار ہوجاتی۔آزاد عدلیہ کا ہرگز مطلب نہیں کہ جج اپنا کام چھوڑ دیں اور عدالتوں کی بندش میں آلہ

کاربن جائیں۔ عدلیہ کی آزادی کا مطلب یہ ہے کہ متنازعہ معاملات خواہ کسی بھی نوعیت کے ہوں اعلیٰ عدالتوں کے جج اپنے ضمیر کے مطابق ان کے فیصلے کریں۔ اکتوبر 1999ء کے ملٹری ٹیک اوور سے پیدا شدہ صورت حال میں اس عدالت کے سامنے تین راستے تھے۔ اول یہ کہ وہ مستعفی ہو جاتے۔ جس سے انتشار، انارکی پھیلتی اور پاکستان کے کسی بھی شہری کے لئے انصاف تک رسائی ممکن نہ رہتی۔ دوم یہ کہ 1999ء کے پی سی اور نمبر 1 کے تحت مبینہ دائرہ اختیار کے نہ ہونے کے باعث ان پٹیشنز کو مسترد کر کے موجودہ حکومت کے آگے مکمل طور پر ہتھیار ڈال دیئے جاتے اور سوم یہ کہ باقی ماندہ ادارہ جاتی اقدار کیچاؤ کے لئے صورتحال کو جوں کا توں قبول کرلیا جائے۔ اس عدالت نے محتاط غور وخوض اور پاکستان کے استحکام وسلامتی اور قومی آزادی کے تحفظ اور قومی مفادات کو یقینی بنانے کے لئے عدلیہ کی آزادی کو برقرار کھنے کا فیصلہ کیا ہے تا کہ بنیادی انسانی حقوق کے تحفظ کی ضما نت مل سکے۔ پی سی او ون 1999ء کے تحت ججوں کے حلف اٹھانے کا مقصد یہ ہے کہ قانون کی بالادستی کو ممکن بناتے ہوئے قانون نافذ کرنے والے اداروں کی کارکردگی کو بہتر بنا کر جمہوری اداروں کو بحال کیا جائے ان اداروں کی مضبوطی سے ہی عوام کو آئینی حقوق کی فراہمی کی ضمانت دی جاسکتی ہے۔ اعلیٰ عدالتوں کے ججوں کے حلف کے ضمن میں آرٹیکلز 78 اور 194 میں آئین میں ایک خصوصی دفعہ شامل ہے جس کے مطابق وہ سپریم جوڈیشل کونسل کے جاری کردہ کوڈ آف کنڈ یکٹ کا پابند ہوگا۔ اسی نوعیت کے اختیارات کا ذکر ججوں کے حلف آرڈر نمبر 2010/1 میں کیا گیا ہے۔ پی سی او نمبر 1 '1999ء میں بھی اس کا ذکر آیا ہے لیکن اس میں آئین کے ''دفاع اور اسے محفوظ'' کرنے کے الفاظ حذف ہیں۔ کوڈ آف کنڈ یکٹ کو کسی طے شدہ شرائط کے ساتھ منسوب نہیں کیا گیا اور کسی جج کی طرف سے جس میں یا تو آئین کے تحت یا پی سی او ن 1999ء کے تحت یا ''اوتھ آفس'' ججز آرڈر نمبر ایک مجریہ 2000ء کے تحت حلف اٹھایا ہو اس سے انحراف نہیں کیا جا سکتا۔ کوڈ آف کنڈکٹ کی ایک ضرورت یہ بھی ہے کہ کسی جج کا حلف آئین کو مکمل طور پر تسلیم کرنا ہے اور ان گورنر او پلیگیشنز کے تحت اس کا آئین پر عمل کرنا قانون کی حکمرانی کے مترادف ہے۔ اس طرح نیا حلف اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ اعلیٰ عدلیہ نے باقی ملک کی طرح 12 اکتوبر 1999ء کے عمل کو تسلیم کر لیا ہے۔ جس کے تحت انتقال اقتدار عمل میں آیا۔

درخواستوں کا قابل سماعت ہونا

عبوری آئین کے حکم نمبر ایک مجریہ 1999ء ترمیم شدہ اور ججوں کے عہدہ کے حکم نمبر ایک مجریہ 2000ء کے تحت اور

عدالتی نظر ثانی کے اختیارات کا استعمال کرتے ہوئے یہ عدالت اس امر کا اظہار کرتی ہے کہ وہ متذکرہ معاملات کے جائز ہونے کا جائزہ لے سکتی ہے۔ مزید برآں عدالت کی طرف سے نوٹس پر فیڈریشن کا پیش ہونا اس امر کی عکاسی کرتا ہے کہ یہ عدالت درخواستوں کی سماعت کا دائرہ اختیار رکھتی ہے اس لئے درخواست دہندگان کی طرف سے آرٹیکل 184/3 کے آئین کے تحت دائر کردہ آئینی درخواستیں قابل سماعت ہیں۔

مسلح افواج کی مداخلت

قومی اسمبلی وہ اعلیٰ ترین باڈی ہے جو پاکستان کے عوام کی خواہشات وجذبات کی ترجمانی کرتی ہے۔ صوبوں میں صوبائی اسمبلیوں کا یہی مقام ہے۔ سینٹ کی فیڈریشن کے یونٹس کے اتحاد کی علامت ہونے کی وجہ سے اپنی افادیت ہے۔ یہ بات بہت اہمیت کی حامل ہے کہ متذکرہ بالا جمہوری اداروں کی معطلی کا بڑی احتیاط سے جائزہ لیا گیا ہے ورنہ یہ ملک کے جمہوری عمل کو بری طرح متاثر کرسکتا ہے جو کہ عدم استحکام اقتصادی ترقی میں خرابی اور نتیجتاً عوام کی عام بہتری کے لئے رکاوٹ ثابت ہوسکتا ہے۔ تاہم عوامی نمائندے جو کہ ریاست کے معاملات چلانے کے ذمہ دار ہیں جب خود ان پر وسیع پیمانے پر کرپشن اور بدعنوانی کے الزامات لگائے جائیں اور سرکاری ونجی شعبے ان سے فوائد اٹھاتے ہوئے گڈ گورننس کی راہ میں رکاوٹ بنیں اور سابق وزیر اعظم وزراء ارکان پارلیمنٹ اور ارکان صوبائی اسمبلی کے خلاف ان کی نااہلی کے لئے کئی ریفرنس دائر کئے جائیں۔ جہاں عام تاثر یہ ہو کہ کرپشن میں سیاستدان، پارلیمنٹر نیز اور اراکین صوبائی اسمبلی نے الیکشن کمیشن اور ٹیکس حکام کو اپنے اثاثوں کے غلط اعداد وشمار دیئے۔ گورنر سٹیٹ بینک کی رپورٹ کے مطابق قرض نادہندگان نے دسمبر 99ء میں بینکوں کے 325 بلین روپے ادا کرنے تھے۔ قرضے لینے والے افراد نے شفاف طریقے سے قرضے نہیں لئے۔ جس سے ملکی معیشت مستحکم نہ رہ سکی۔ پچھلے تین سالوں سے معیشت تباہ حال چلی آرہی ہے آبادی میں اضافہ سے جی ڈی پی میں اضافہ نہ ہوسکا۔ پاکستان پر قرضوں کا بوجھ ہے جو کہ ملک کی مجموعی قومی آمدنی کے برابر ہے۔ جس کی وجہ سے تمام ادارے بتدریج تباہ ہوتے چلے گئے۔ سابق حکومت کی خودساختہ پالیسیوں کی وجہ سے ملک کی معیشت تباہی سے دوچار ہوئی جس کی وجہ سے تحفظ اقتصادی زندگی، معاشی استحکام، پاکستان کی سلامتی اور اس کے وجود کو خطرہ لاحق ہوگیا جہاں ایسی صورتحال پیدا ہوئی جہاں جمہوری ادارے آئین کے مطابق کام نہیں کررہے تھے جبکہ سینٹ، قومی، صوبائی اسمبلیاں سابق وزیر اعظم کے بہت قریب تھیں ملک میں کوئی حقیقی جمہوریت نہیں تھی فرد واحد کی حکمرانی تھی فوج میں سیاست کو فروغ دیکر

اسے غیر مستحکم کرنیکی کوشش کی گئی حکومتی ارکان نے عدلیہ کی تضحیک کی آئین کے آرٹیکل 63(2) کے تحت عدلیہ کی توہین کرنے پر ارکان پارلیمنٹ کو نااہل قرار دینے کیلئے چیف الیکشن کمشنر کے پاس کوئی ریفرنس نہیں بھیجا گیا حکومتی ارکان نے عدلیہ کا خوب مذاق اڑایا اور اس ضمن میں تمام حدیں پھلانگ دیں۔ یہبات ایس ایچ لیاقت حسین بنام فیڈریشن آف پاکستان پی ایل ڈی 1999ء ایس سی 504 کے کیس سے عیاں ہوئی ہے۔ جس میں قرار دیا گیا ہے کہ فوجی عدالتیں ماورائے آئین قائم کی گئیں۔ اس کے نتیجے میں عدلیہ کے خلاف توہین آمیز مہم شروع کی گئی اور سابق وزیر اعظم بالکل بے بس نظر آتے تھے۔ سوچے سمجھے منصوبے کیتحت ججوں کو نشانہ بنایا گیا۔ اعلیٰ عدالتوں کے ججوں اور دیگر شخصیات کے ٹیلی فون ٹیپ کئے گئے حالانکہ محترمہ بےنظیر بنام صدر پاکستان پی ایل ڈی 1998ء ایس سی 388 کیس کے تحت عدالت عظمیٰ نے قرار دیا کہ کسی شخص کے ٹیلی فون ٹیپ کرنا غیر قانونی اور غیر آئینی حرکت ہے مسلم لیگ کے رہنماؤں اور کارکنوں نے مبینہ طور پر سپریم کورٹ پر یلغار کی جس کے باعث عدالت کے نوٹس بھیجے کارروائی ہوئی عدالت نے فیصلہ دیا جس کے خلاف اپیل کی گی جو ابھی تک زیر سماعت ہے۔ میاں نواز شریف نے آئینی اور اخلاقی طور پر پشت پناہی کی اور وہی صورتحال پیدا ہوگئی جو جولائی 1977ء میں تھی اس بنا پر مسلح افواج نے ماورا آئین مسند اقتدار سنبھال کر ملک کو مزید غیر مستحکم کرنے سے بچالیا اس عبوری دور میں مسلح افواج کا مطمع نظر یہ ہے کہ قومی سطح پر کرپشن فری فضاء قائم کی جائے اور آئین کے تحت جمہوری اداروں کی بحالی سے پہلے شفاف احتساب کے ذریعے معیشت کی تعمیر نو کی جائے آئین کے تحت موجودہ صورتحال کا کوئی حل نہیں۔

دولت مشترکہ کے وزرائے خزانہ کے اجلاس میں جو 21 سے 23 دسمبر 1999ء تک منعقد ہوا میں دولت مشترکہ کے ممالک میں اچھی حکمرانی اور کرپشن کے خاتمے پر غور کیا گیا۔ اجلاس میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ اچھی حکمرانی کوئی عیاشی نہیں بلکہ ترقی کیلئے بنیادی ضرورت ہے۔ کرپشن ترقی کے عمل کو روکتی ہے اور یہ عموماً خراب حکومت کی علامت اور نتیجہ بھی ہے۔ اس وقت یہ دنیا بھر میں پھیلتی جارہی ہے اور اسے روکنے کیلئے وسیع اور براہ راست اقدامات کی ضرورت ہے۔ دولت مشترکہ کے ممالک کو ہر قسم کی کرپشن کے خاتمے کیلئے موثر پالیسی اپنانا چاہئے۔ اس پالیسی کو سیاسی کلچر، نظام حکومت، قانونی نظام اور انتظامیہ پر لاگو ہونا چاہئے۔

اونچے سیاسی طبقے میں جہاں کرپشن کی جڑیں گہری ہوگئی ہیں اور یہ رچ بس گئی ہے اس کے خاتمے کیلئے موثر اور

طویل المدت اقدامات کی ضرورت ہے تاہم کرپشن کو بالکل برداشت نہ کرنے کی پالیسی کو بھرپور انداز میں اور پوری تندہی سے اختیار کرنا ہوگا۔تاکہ کرپشن کے خلاف موثر جنگ لڑی جا سکے۔

دولت مشترکہ کو ہرارے ڈیکلریشن جو 1991ء میں منظور ہوا پر سختی سے قائم رہنا چاہئے اور اس اعلان میں جن مقاصد کے حصول کی نشاندہی کی گئی ہے ان کو حاصل کرنے کیلئے تگ ودو کرنی چاہئے۔

کرپشن سے پاک ماحول پیدا کرنے کیلئے قومی اور بین الاقوامی سطح پر مناسب اقدامات کی ضرورت ہے اور یہ اقدامات دولت مشترکہ کے اندر بھی ہونے چاہئیں۔ یہ اقدامات کرپشن کو روکتے ہوں اور اس سلسلے میں قانون پر عملدرآمد کراتے ہوں اور کرپشن کے خاتمے کے حوالے سے کی گئی منصوبہ بندی پر عوامی حمایت کے حصول کے حامی ہوں۔58(2) موجود ہوتو ایسی صورتحال سے بچا جاسکتا ہے۔جس میں مارشل لاء نافذ ہو جائے۔آئین کی یہ دفعہ صدر اور وزیراعظم کے درمیان اختیارات میں نگرانی اور توازن پیدا کرتی ہے اور اس سے پارلیمانی نظام جاری رہتا ہے۔آئین کی دفعہ 58(2)بی کے منسوخ کئے جانے کے بعد حالیہ صورتحال سے نمٹنے کیلئے کوئی لائحہ عمل تجویز نہیں کیا گیا جس کی وجہ سے ملک کو ایسی صورتحال کا سامنا کرنا پڑا اور جس کی وجہ سے چیف آف آرمی سٹاف جنرل پرویز مشرف نے آئین سے تجاوز کیا اور یہ تجاوز عوام کی بہتری کیلئے ہوا نہ کہ آئین کی منسوخی یا مارشل لاء کے نفاذ سے اور اس طرح آئین سے ماورا اقدامات ایک مخصوص عرصہ کیلئے جائز ہیں۔جس کی بنیاد ریاستی ضرورت کے اصول پر اور عوامی مفاد کے حصول اور عوامی مفاد میں یہی بات ہے کہ اس حکم کو تسلیم کیا جائے۔موجودہ حکومت حکمرانوں کی مرضی سے ہے نہ کہ ووٹروں کی مرضی سے۔اس کی ایک مثال یوں دی جاسکتی ہے کہ پاکستان کے عوام جن میں عمومی طور پر سیاستدان اور ارکان اسمبلی وغیرہ بھی شامل ہیں نے فوجی حکومت کے حکومت سنبھالنے کے اقدام پر کوئی احتجاج نہیں کیا اور نہ اس کے جاری رہنے پر کوئی تحریک چلائی گئی۔عدالت اس حقیقت کا جوڈیشل نوٹس لے سکتی ہے کہ پاکستان کے عوام نے عمومی طور پر فوج کے حکومت سنبھالنے کے فیصلے کو خوش آمدید کہا ہے۔خاص طور پر شفاف احتساب کرنے کو جن پر الزام تھا کہ انہوں نے قومی دولت کو ضائع کیا اور ملکی معیشت اور جمہوری اداروں کے استحکام کے خلاف اقدامات کئے۔

ایک اور اصول جو اس سلسلے میں قابل توجہ ہے وہ یہ ہے کہ چونکہ جنرل پرویز مشرف نے ماورائے آئین اقدام کے ذریعے موثر سیاسی قوت حاصل کر لی ہے۔اب عدالت نے یہ فیصلہ کرنا ہے کہ کوئی ایسا درمیانی راستہ تلاش کیا جائے کہ

اس سے قبل کا نظام برقرار رہے اور اصول ضرورت کے تحت آئین سے جو انحراف کیا گیا ہے اسے بھی قانونی حیثیت دی جائے بصورت دیگر یہ غیر قانونی اقدام رہے گا۔ تاہم سول امور میں فوج کی مسلسل مداخلت سے اس کے سیاسی رنگ اختیار کرنے کا بڑا خطرہ موجود رہے گا جو قومی مفاد کے منافی ہوگا۔

چنانچہ بہتر یہی ہے کہ اعلان شدہ مقاصد حاصل کرنے کے بعد جن کو ایمرجنسی کا جواز بنایا گیا اور جن کا ذکر چیف ایگزیکٹو نے اپنی تقریروں میں 13 اور 17 اکتوبر کو کیا کم از کم مدت میں سول حکومت بحال کر دی جائے۔

متذکرہ بالا اصول تسلیم کئے جانے سے یہ مراد ہرگز نہیں کہ سابق قانونی نظام کی معطلی کے دوران وہ عدالتی جائزہ سے مبرا ہیں۔

ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں۔

(1) 12 اکتوبر 1999ء کو ایسی صورتحال پیدا ہوئی جس کا کوئی حل نہیں تھا اور مسلح افواج کی ماورائے آئین مداخلت ناگزیر ہوگئی۔ چنانچہ عدالت نظریہ ریاستی ضرورت کے تحت انہیں جائز قرار دیتی ہے جیسا کہ قبل ازیں نصرت بھٹو کیس میں قرار دیا جا چکا ہے۔ ریاستی ضرورت کا نظریہ نہ صرف اسلامی نقطہ نظر سے مسلمہ ہے بلکہ دیگر مذاہب اور نامور بین الاقوامی جیورسٹ جن میں بیکو، گورشین، چٹی، اینڈی سمیتھ اور بعض اعلیٰ عدالتوں نے بھی اسے تسلیم کیا ہے تاکہ سیاسی خلا پر کیا جا سکے۔

(2) وفاقی حکومت نے مسلح افواج کی ماروائے آئین مداخلت کے سلسلے میں کافی مواد مہیا کیا ہے جو اس حوالے سے خاصا مددگار رہے۔ اس مواد میں اخبارات کے تراشے اور کالم وغیرہ بھی شامل ہیں۔ عام فہم رکھنے والا شخص بھی ان کی بنیاد پر یہی نتیجہ اخذ کرے گا کہ ایسے حالات میں یہی کچھ ممکن تھا۔ عدالت نے جو نتائج اخذ کئے ہیں ان کے سلسلے میں ان کیسوں کے اختلافی پہلو بھی مدنظر رکھے گئے ہیں۔

(3) تمام معاملات اور انتظامی اقدامات جو مملکت کا نظم ونسق چلانے اور عوام کی بہبود کیلئے ضروری ہیں کو جائز قرار دیا جاتا ہے۔

(4) 1973ء کا آئین ان حصوں کے سوا جنہیں نظریہ ریاستی ضرورت کے تحت معطل رکھا گیا ہے اب بھی سپریم لاء ہے۔

(5)اعلیٰ عدالتیں آئین کے تحت کام کرتی رہیں گی محض اس حقیقت سے کہ اعلیٰ عدالتوں کے ججوں نے نیا حلف اٹھایا ہے اس سے ان کے وقار پر حرف نہیں آتا۔ کیونکہ عدالتیں 1973ء کے آئین کے تحت قائم ہیں اور پی سی او نمبر (1)1999ء اور چیف ایگزیکٹو کے جاری کردہ دیگر قانونی اقدامات کے باوجود کام کر رہی ہیں۔

(6)۔ (1)جنرل پرویز مشرف چیئرمین جوائنٹ سٹاف کمیٹی اور چیف آف آرمی سٹاف نے 14 اکتوبر 1999ء کو ہنگامی حالت کے اعلان اور اس کے بعد پی سی او نمبر (1)1999ء کے تحت خود کو چیف ایگزیکٹو قرار دیا۔ انہوں نے ماورائے آئین اقدام کے ذریعے عوام اور مملکت کے مفاد میں جائز طور پر اختیارات حاصل کئے ہیں۔ چنانچہ وہ تمام قانونی اقدامات کرنے کے مجاز ہیں جو درج ذیل ہیں۔

1......انہیں تمام احکامات یا قانون سازی جو 1973ء کے آئین کے مطابق ہو یا جسے آئین کے مطابق بنانا مقصود ہو کے اختیارات حاصل ہوں گے۔

ب......ایسے تمام احکامات جاری کرنے کا اختیار ہوگا جو عوام کی فلاح و بہبود اور بہتری کے لئے ہوں۔

ج......ایسے تمام احکامات جو امور مملکت چلانے کے لئے ضروری ہوں گے۔

د......ایسے تمام اقدامات جو چیف ایگزیکٹو کے ایجنڈے کی تکمیل کے لئے ضروری ہوں گے۔

2......چیف ایگزیکٹو صرف اس وقت آئین میں ترمیم کر سکیں گے جب آئین میں ان کے اعلان کردہ مقاصد کی توضیع یا حل موجود نہیں ہوگا مزید یہ کہ آئین میں ترمیم کا اختیار آئین کی شق 6 ذیلی شق (1) اے جسے ذیلی شقیں بی، اور سی کنٹرول کرتی ہیں کے تحت ہی ہوگا۔

3......آئین کی بنیادی شقوں میں مثلاً عدلیہ کی آزادی، وفاقی حیثیت، پارلیمانی نظام حکومت اور اسلامی شقوں میں کوئی ترمیم نہیں کی جا سکے گی۔

4......بنیادی حقوق جو آئین کے حصہ دوم چیپٹر ایک میں دیئے گئے ہیں، برقرار رہیں گے لیکن ریاست کو اس بات کا اختیار ہوگا کہ وہ آرٹیکل 15، 16، 17، 18 اور 24 جن کی آرٹیکل 233(1) میں وضاحت کی گئی ہے۔ آرٹیکل 10، 23 اور 25 کی زبان و بیان کو مدنظر رکھتے ہوئے قانون بنائے یا قانون کے نفاذ کیلئے اقدامات کرے۔

5......اعلیٰ عدالتوں کو مسلح افواج کے کسی بھی قانون یا اقدام کے بارے میں نظر ثانی کا اختیار رہے گا اگر کسی کو

بھی مملکت کے مروجہ قوانین کی روشنی میں چیلنج کیا جائے گا، اعلیٰ عدالتوں کے آئین کے آرٹیکل 199 کے تحت پوری طرح برقرار رہیں گے اور انہیں چیف ایگزیکٹو کی طرف سے ان کے کسی حکم یا ان کی جانب سے کسی شخص کے ایسے حکم کے خلاف جو آئین کے منافی ہو گا پوری قوت استعمال کر سکیں گی۔

6...... عدالتیں صرف اس بات کا فیصلہ نہیں کریں گی کہ چیف ایگزیکٹو یا کسی اتھارٹی یا ان کی طرف سے کسی شخص کے احکامات اور ان کی 13 اور 17 اکتوبر 1999ء کی تقریروں میں بیان کردہ مقاصد میں جو ریاست کے بنیادی اصولوں کے مطابق تھے، تضاد ہے، بلکہ اعلیٰ عدالتیں ایسے اقدامات اور قانون سازی کے بارے میں نظر ثانی کر سکیں گی۔

6...... یہ کہ ملک میں ایمرجنسی کے نفاذ کے لئے سابقہ اعلان مجریہ 28 مئی 1999ء (جو آئین کے آرٹیکل 232 (1) کے تحت جاری کیا گیا تھا) اور موجودہ ایمرجنسی اعلان جو ماورائے آئین اقدام کے تحت فوج نے ٹیک اوور کرتے ہوئے جاری کیا، برقرار اور نافذ العمل رہیں گے۔

7...... یہ کہ قومی احتساب بیورو آرڈیننس مجریہ 1999ء کے جواز کے بارے میں کسی مناسب موقع پر علیحدہ سے نظر ثانی کی جائے گی۔

8...... یہ کہ سپریم کورٹ کے سابق فاضل چیف جسٹسز جنہوں نے آرڈر (1) 2000ء کے تحت اپنے عہدوں کا حلف نہیں اٹھایا تھا۔ نیز لاہور ہائیکورٹ اور سندھ اور پشاور ہائیکورٹوں کے ایسے ججوں کے معاملات پر دوبارہ غور نہیں کیا جائے گا۔

9...... یہ کہ حکومت احتساب کے عمل کو شفاف، منصفانہ اور قانونی تقاضوں کے مطابق تیز تر کرے گی۔

10...... یہ کہ اعلیٰ عدالتوں کے جج صاحبان کا احتساب بھی آئین کے آرٹیکل 209 کے دیئے گئے طریق کار کے مطابق ہو سکے گا۔

11...... چیف آف آرمی سٹاف او چیئرمین جوائنٹ چیفس آف سٹاف کمیٹی جنرل پرویز مشرف آئینی حیثیت کے حامل تھے اور اس پوسٹ سے ان کی علیحدگی اصولوں کے منافی اور غیر قانونی تھی۔

12...... یہ کہ یہ حکم چیف ایگزیکٹو یا ان کی کسی مجاز اتھارٹی کے احکامات کے تحت احتساب کی غرض سے قائم کئے گئے مقدمات اور دی گئی سزاؤں پر لاگو نہیں ہوگا، اسی طرح زیر التوا مقدمات کی سماعت بھی جاری رہے گی۔

13...... یہ ایسا مقدمہ نہیں جس کے تحت پرانے قانونی حکم مکمل طور پر کالعدم ہو جائیں بلکہ یہ صرف مخصوص مدت کے لئے آئین سے انحراف کا ایک مقدمہ ہے جس کا مقصد چیف ایگزیکٹو کو ان کے مقاصد کے حصول کے قابل بنانا ہے۔

14...... یہ کہ موجودہ انتخابی فہرستیں پرانی ہو چکی ہیں، نئے انتخابات ان فہرستوں کو از سر نو مرتب کئے بغیر نہیں ہو سکتے۔ فاضل اٹارنی جنرل نے کہا ہے کہ چیف الیکشن کمشنر کے مطابق نئی فہرستوں کی تیاری کے بعد انتخابی حلقہ بندیوں اور ان کے بارے میں اعتراضات نمٹانے میں بھی کچھ وقت لگے گا، عدالت عظمیٰ نے اس درخواست نمبر 15(1996) کا بھی جوڈیشل نوٹس لیا ہے جس میں سابق سینٹر سرتاج عزیز نے انتخابی فہرستوں کی از سر نو ترتیب کے لئے ریلیف مانگا تھا، یہ درخواست مسٹر خالد انور کے ذریعہ دائر کی گئی تھی، ان کا موقف تھا کہ اس عمل سے آئین کے آرٹیکل 17 اور 19 کے تحت پاکستان کے کروڑوں شہریوں کے ملنے والے حقوق کی پامالی ہو رہی ہے حتیٰ کہ ایم کیو ایم نے بھی اسی قسم کی آئینی درخواست نمبر 53(1996) دائر کی تھی جس میں اسی قسم کا ریلیف مانگا تھا، تاہم دونوں درخواست گزاروں نے اپنی درخواستوں کی پیروی نہ کی جس کے بارے میں وہ خود بہتر جانتے ہوں گے۔

16...... ان تمام عوامل کو جن میں پیراگراف 14 اور 15 کی تفصیلات بھی شامل ہیں مدنظر رکھتے ہوئے عدالت عظمیٰ چیف ایگزیکٹو کو اپنے بیان کردہ مقاصد کی تکمیل کے لئے تین سال کی مدت دیتی ہے۔ یہ مدت ان کے ٹیک اوور کی تاریخ یعنی 12 اکتوبر 1999ء سے شروع ہوگی۔

17...... چیف ایگزیکٹو تین سال کی یہ مدت ختم ہونے سے قبل 90 دنوں کے اندر قومی اسمبلی صوبائی اسمبلیوں اور سینٹ کے انتخابات کے لئے تاریخ کا اعلان کریں گے۔

18...... یہ کہ سپریم کورٹ کے پاس یہ اختیار ہوگا کہ وہ 12 اکتوبر 1999ء کے ایمرجنسی کے نفاذ کے جاری رہنے کا آئندہ کسی وقت بھی از خود نوٹس لے سکتی ہے۔ اس کے لئے عدالت فاروق احمد خان لغاری بمقابلہ وفاق پاکستان کیس میں دی جانے والی رہنمائی کو پیش نظر رکھے گی۔

افسوس: بے نظیر اور نواز شریف

پاکستان کے عوام نے ان دونوں معزز شخصیات کو دو، دو بار پاکستان کا وزیر اعظم بننے کا موقع دیا۔ مگر ان دونوں

مقبول اور طاقتور سیاستدانوں نے (1) پاکستان کو ایک خودمختار اور باوقار ملک بنانے کی بجائے اسے امریکہ کا حمائتی بردار اور طفیلی ملک بنادیا۔

(2) بیرونی ممالک سے بے تحاشہ قرضے لئے اور وہ قرضے کہاں گئے؟ اس کا کسی کو بھی علم نہیں۔ کیونکہ دونوں وزراءاعظم نے متعلقہ محکموں پر اپنے اعتماد کے لوگ بٹھا رکھے تھے۔ پاکستان کے عوام اور ہم جیسے عام لوگ یہ جانتے ہیں کہ یہ قرض پاکستان میں خرچ نہیں ہوئے۔ پاکستان کے عوام کو ان کا کبھی کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔ یہ اربوں ڈالر کی رقومات کہاں گئیں؟ فوجی انتظامیہ کو اس سلسلہ میں تحقیقات ضرور کرنا چاہئے۔

(3) بے نظیر برسر اقتدار آئی تو اس نے ملک کے تمام وسائل کو اپنی ذات کے لئے مخصوص کر لیا ڈیوٹی فری کاریں منگوائیں۔ دنیا جہاں کے بے مقصد دورے کئے۔ سیکڑوں افراد کو سرکاری خرچ پر بیرون ملک لے جاتی رہیں۔

(4) نواز شریف صاحب بھی مغلیہ بادشاہوں کی طرح سرکاری خرچ پر بیرونی دورہ پر سیکڑوں سیاسی ساتھیوں اور اپنے خاندان کے افراد کو ساتھ لے کر جاتے رہے۔ انہوں نے بھی بیسیوں غیر ممالک کے بے مقصد دورے کئے۔

(5) بے نظیر بھٹو نے پارلیمنٹ اور حکومت کے نوٹس میں لائے بغیر تقریباً 20 غیر ملکی فرموں سے تھرمل بجلی گھروں کے معاہدے کئے۔ یہ وہ فرمیں تھیں جنہوں نے افریقی ممالک، آسٹریلیا، بنگلہ دیش، کوریا اور بھارت کے ساتھ بھی بجلی کے معاہدے کئے۔ ان تمام ممالک میں انہوں نے بجلی ڈیڑھ سے دو سینٹ فی یونٹ فروخت کی جبکہ پاکستان میں بجلی کے معاہدے چار اور پانچ سینٹ پر کئے گئے۔ حب کو کے اعلیٰ حکام کا بیان ہے کہ انہوں نے بے نظیر آصف زرداری، شاہد حسن، نواز شریف، شہباز شریف، سیف الرحمٰن اور اسحٰق ڈار کو 80 کروڑ ڈالر رشوت ادا کی ہے۔

پاکستان میں بجلی کے ماہرین اور عوام کے بے تحاشہ احتجاج پر بھی ان معاہدوں پر دستخط کرنے سے گریز نہیں کیا گیا۔ نواز شریف نے پہلے دور میں ان معاہدوں کا آغاز کیا۔ بے نظیر نے اپنے دوسرے دور میں اسے انتہا پر پہنچا دیا اور نواز شریف نے اپنے دوسرے دور میں ایسے معاہدوں میں مزید اضافہ کر دیا۔ جسکا نتیجہ یہ نکلا کہ ہر سال واپڈا ان اداروں کو کم از کم ایک ارب ڈالر دینے کا پابند ہو گیا اور ملک بھر میں بجلی کی قلت ہو گئی اور بجلی نرخوں میں چھ گنا اضافہ کر دیا گیا۔

قرضے لینے اور اسے واپس نہ کرنے کے فیشن کو رواج دیا۔ دونوں لیڈروں کے دماغ میں صرف ذاتی شان وشکوہ بڑھانے کی خواہش تھی۔ بے نظیر نے کراچی میں بلاول ہاؤس تعمیر کروایا جبکہ بیرون ملک لندن میں سرے محل کی خریداری کی۔ فرانس

میں بے پناہ جائیداد خریدی۔ نواز شریف صاحب نے بھی بیرون ملک کئی فیکٹریاں تعمیر کیں۔ لندن میں بہت قیمتی فلیٹ (اپارٹمنٹس) خریدے۔ بے نظیر اور نواز شریف دونوں کے خاندانوں کے نام بیرون ملک کئی ممالک میں خفیہ اکاؤنٹس ہیں۔ بے نظیر کے تو سوئٹزرلینڈ میں اکاؤنٹس ثابت بھی ہو چکے ہیں۔

8۔ دونوں وزراء اعظم کے عہد اقتدار میں وزیر اعظم ہاؤس کے اخراجات میں بے پناہ اضافہ ہوا۔ بے نظیر کے دور میں وزیر اعظم ہاؤس کے سالانہ اخراجات دو ارب ستر کروڑ روپے کے تھے۔ نواز شریف صاحب کے دور میں ان اخراجات میں کم از کم تیرہ کروڑ روپے کا اضافہ کرا دیا گیا۔ دونوں پاکستان کا پانی پینے کے بجائے فرانس سے منگوایا ہوا منرل واٹر پینے کے شوقین تھے۔

9۔ میاں نواز شریف ماڈل ٹاؤن میں بڑے شاندار محلات میں مقیم تھے۔ وزیر اعظم بن کر انہوں نے رائیونڈ اسٹیٹ جو مجموعی طور پر دو ہزار ایکڑ سے زیادہ زمین پر واقع ہے۔ اس میں شاندار محلات تعمیر کرائے۔ اس میں ایک تعلیمی کمپلکس جس میں ڈالروں اور پاؤنڈز میں بھاری فیس وصول کی جاتی ہے قائم کیا۔ ایک میڈیکل کمپلکس بنوایا جس میں صرف امراء کا ہی علاج کیا جاتا ہے اور یہاں داخلہ کے لئے ہزاروں روپے خرچ کرنے پڑتے ہیں۔ میاں نواز شریف کے اقتدار کے زمانہ میں ان کی خصوصی توجہ حاصل کرنے کے خواہش منداس ہسپتال میں اپنا علاج کرواتے اور اپنے لئے خوشنودی کے سرٹیفکیٹ یہاں سے ہی حاصل کرتے۔

10۔ بے نظیر کے خاوند آصف زرداری اپنے کئی فرنٹ مین رکھتے ہیں اور ان کے نام پر اربوں روپے کا کاروبار پاکستان کے اندر اور باہر جاری ہے۔

11۔ میاں نواز شریف اور میاں شہباز شریف کے بھی سینکڑوں فرنٹ مین ہیں۔ انہوں نے بھی ہر جگہ پاکستان کے ہر بڑے شہر میں ہر اہم مقام پر وسیع اراضی خرید رکھی ہے۔ مری، ایوبیہ (ہزارہ)، ایبٹ آباد کے گردونواح، پشاور، سندھ اور کراچی شہر میں صرف مری میں سابق وزیر اعظم، ان کے اہل خانہ اور خاندان کے دیگر افراد کے نام اربوں روپے کی جائیداد ہے۔ یہاں کی سڑکوں کے ٹھیکے اور تفریحی مقامات کو ترقی دینے کے لئے ٹھیکے دینے سے قبل انہوں نے یہاں متعدد مقامات پر وسیع اراضی خرید کر رکھی ہے۔

12۔ سابق وزیر اعظم نواز شریف صاحب نے اسلام آباد سے لاہور تک موٹر وے کے دونوں اطراف

وسیع اراضی خرید رکھی ہے جہاں ہوٹلوں اوراعلیٰ درجہ کی پوش کالونیوں کے پروگرام بنائے گئے تھے۔ یہ اراضی ان کے دوستوں اور خاندان کے غیر معروف افراد کے ناموں سے وابستہ ہے۔

13۔ سابق وزیراعظم بےنظیر نے ملک کے اندر وسیع اراضی ہونے کے باوجود آج تک کبھی پورا انکم ٹیکس نہیں دیا۔ حالانکہ اندرون ملک و بیرون ملک بے پناہ آمدنی کے ذرائع رکھتی ہیں۔

14۔ سابق وزیراعظم نواز شریف کے خاندان جو کہ میاں محمد شریف، میاں نواز شریف، میاں شہباز شریف، ان کے ایک بہنوئی اور ان کے اپنے بچوں پر مشتمل ہے اس خاندان کی املاک کا اندازا لگانے کے لئے ان کے ہی کچھ عزیزوں سے معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں۔ البتہ ان لوگوں نے انکم ٹیکس کے طور پر جو رقم ادا کی ہے وہ اخبارات میں متعدد بار شائع ہوچکی ہے۔ یہ دونوں وزراءاعظم عوام کے اعتماد کو بری طرح مجروح کرنے کے ملزم ہیں۔ ان کے دور حکومت میں عوام کی بہبود کیلئے کوئی کام نہیں کیا گیا۔ البتہ عوام کو مہنگائی اور بے روزگاری کی چکی میں ڈال کر خوب پیسا گیا۔ ان کے خلاف انکوائری کے لئے ایک وسیع اختیارات کی حامل عدالت بنائی جائے جو ان لوگوں اور ان کے ساتھیوں کو کڑی سزا ئیں دے اور قومی دولت ان کے قبضہ سے نکلوائی جائے۔

ان دونوں وزراءاعظم کے دور حکومت میں سینٹ، قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے تمام ارکان کے خلاف بھی زبردست قسم کی تحقیقات کی ضرورت ہے کہ جو لوگ بھی گزشتہ پچیس تیس برس میں اقتدار میں رہے ہیں ان سے لوٹی ہوئی ساری دولت نکلوائی جاسکے۔ ہمارے ہمسایہ ملک بھارت اور دنیا کے دیگر تمام مما لک میں بدعنوانی کیخلاف تحقیقات کا یہ طریقہ ہے کہ،

”زیر تفتیش افراد کو کہا جاتا ہے کہ وہ اپنی آمدنی کے بیس پچیس برسوں کے گوشوارے پیش کریں۔ اس میں سے ان لوگوں نے کھانے، پینے اور تعلیم پر جو خرچ کیا وہ وضع کر کے ان کی املاک، منقولہ غیر منقولہ اور زیورات کا اندازا کیا جاتا ہے کہ وہ کتنے ہیں۔ اس کے بعد متعلقہ حکام اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ اس عرصہ میں یہ لوگ کتنا اور کہاں سے حاصل کر کے خرچ کر چکے ہیں اور انہوں نے حکومت کو کتنا ٹیکس دیا ہے؟

اگر یہی طریق کار ہمارے ہاں بھی اختیار کیا جائے تو یقیناً اس کے بہتر نتائج برآمد ہوں گے۔